مجلہ دعوۃ التوحید آگے لکھتا ہے:''برطانوی صحافی فارینہ عالم لکھتی ہے: صوفیوں کے مشائخ نے اللہ تعالی کی معرفت کا جو طریقہ وضع کیا ہے کہ بس چند اذکار کا وظیفہ کرلیا جائے اور صرف اپنے نفس کی اصلاح پر ہی توجہ دی جائے، اپنی انا مٹا کر اپنے آپ کو انسانی خدمت پر مامور کیا جائے۔ یہ طریقہ درست ہے اور اس کے ذریعے سے ممکن ہے کہ ہم اسلام میں سیاست اور جہاد کی فکر ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ (اسلام کے متعلق پانچ نکاتی ایجنڈا 27-4-05)

اس مشن کے لیڈر اسی سلسلے میں متعدد اسلامی ممالک میں بین الاقوامی کانفرنسیں بھی منعقد کرا چکے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ اسلام کے خلاف اسلام کے نام پر کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں۔ ﴿فاعتبروا یا أولی الأبصار﴾

سب سے اہم کام تعلیمی نصاب میں تبدیلی سے شروع کیا جائیگا۔ عصری علوم کی اہمیت اور دور جدید کے تقاضے انتہائی مبالغہ آمیزی سے پیش کیے جائینگے۔ اسلام کے بنیادی مسائل خاص کر حدود و تعزیرات وغیرہ سے لوگوں کو بیزار کرنے اور مسائل کو الجھانے کے لئے عجیب وغریب طور طریقے اختیار کر کے پروپیگنڈے کئے جائینگے، نیز مذہبی اختلافات کو ہوا دے کر آپس میں گتھم گتھا رکھنے میں مصلحت سمجھیں گے۔ پاکستان میں حدود آرڈیننس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اور جس طرح ''حقوق نسواں'' بل اسمبلی وسینٹ سے منظور کرایا گیا، وہ بھی اسی عالمی جال کا شاخسانہ ہے۔ یہ کوئی غیر متوقع کامیابی نہیں، کیونکہ جمہوری قوانین کی روشنی میں اسمبلیوں میں ''گنا جاتا ہے، تولا نہیں جاتا۔''

اسی مناسبت سے ہمارے ہاں بھی حکومت کی عملداری میں صوفی ازم کے نام پر کئی کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں، جن کی سرپرستی صدر مملکت صاحب خود کریں گے۔ چیئرمین کے فرائض چوھدری شجاعت ادا کرینگے۔ ویسے بھی سرکاری اور غیر سرکاری لوگ اسلام کے علمی وفکری سرمائے سے کما حقہ آگاہی نہ ہونے کے باعث قلب وذہن میں پائے جانے والے خلا کو تصوف سے پر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صوفی ازم سے بے شمار شرعی قیود سے آزادی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ اسی لئے بے دین، بدکردار اور اللہ ورسول ﷺ کے باغیوں کو بھی ''ذہنی سکون'' اور ''روحانی سرور'' کی حاجت ہوتی ہے تو صوفی ازم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس قسم کا شر بہت خطرناک ہوتا ہے جو دین اسلام کے نام سے اپنایا جاتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ان شرور سے محفوظ رکھے، ہمارے حکمرانوں کو ہدایت نصیب کرے اور عوام الناس کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا کرے **آمین ثم آمین**۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان ہے: (**عُمَّالُکُم أعْمَالُکُم**) ''حکمران رعایا کے اعمال کا عکس ہوتے ہیں۔''

درس قرآن

تراث رحمانی در فوائد قرآنی

محمد اسماعیل امین

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ:۳۴)

آیت مبارکہ سے مستنبط چند فوائد:

فائدہ نمبر 1: آیت مبارکہ میں آدم علیہ السلام اور آپ کی نسل کے لیے فرشتوں اور جنوں پر فضیلت کی دلیل ہے، مگر یہ فضل اور شرف اسی وقت حاصل ہوگا جب بنی آدم رب کائنات کی بندگی اور اطاعت کا دم بھرتے رہیں۔

اس عزت افزائی کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے حدیث شفاعت میں فرمایا: ''جب لوگ آدم علیہ السلام کے پاس سفارش کروانے آئیں گے تو عرض کریں گے: آپ تو ابوالبشر علیہ السلام ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔'' (البخاری، التفسیر، باب قولہ تعالی ﴿وعلم آدم الأسماء کلها﴾ ح:۴۴۷۶، الشوکانی، ابن العثیمین)

فائدہ نمبر 2: راجح قول کے مطابق فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو کیا ہوا سجدہ تعظیمی تھا، جو کہ حکم الٰہی کی وجہ سے اللہ کی عبادت اور اطاعت بن گئی تھی۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ قرآن میں مذکور ہے، جو ان کی شریعت میں پر تکلف سلام، مصافحہ اور ملاقات کا درجہ رکھتا تھا اور یہ جائز تھا۔ چونکہ شریعت محمدیہ کو کفر و شرک کے شائبہ سے بالکل پاک رکھنا منشائے الٰہی تھا، اس لئے ہماری شریعت میں اللہ تعالی کے سوا کسی کو بطور تعظیم بھی سجدہ یا رکوع بلکہ قیام تک کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''اگر میں غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز قرار دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔''
(معارف القرآن)

شیخ ابن العثیمینؒ فرماتے ہیں: کسی کام کو حلال یا حرام قرار دینا اللہ کی مرضی ہے۔ جب اللہ (کسی حکمت کی بنا پر) کسی بھی کام کا حکم دیں، وہ عبادت بن جاتی ہے، اگرچہ عام حالات میں وہ کام حرام ہو۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا حکم دیا تو آپ علیہ السلام حکم ربانی کو تسلیم کرتے ہوئے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے۔

لیکن اللہ نے ان پر رحم کرتے ہوئے اس حکم کو منسوخ کردیا۔اور یہ مسلّم ہے کہ بیٹے کا قتل گناہ کبیرہ ہے،لیکن اللہ کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ کام نہ صرف عبادت بلکہ بہت بڑی فضیلت کا باعث بنا۔﴿فلمآ أسلما و تله للجبين ۞ و ندينٰه ان يآابراهيم ۞ قدصدقت الرؤيا﴾ (الصّٰفّٰت:۱۰۳۔۱۰۵،تفسیر ابن العثیمین)اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے شیخ الحدیث مولانا ثناءاللہ مدنی کی مفصل تحریر ماہنامہ''محدث'' شمارہ۴جلد ۳۸ میں دیکھ لیں۔

فائدہ نمبر 3: آیت مبارکہ سے سجدے کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔جب شیطان نے ایک سجدے سے انکار کیا تو ملعون ہوگیا۔لیکن جو اللہ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے صرف اللہ کو سجدہ کرتا ہے،وہ اللہ کا مقرب بن جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا ﴿واسجد واقترب﴾ اور صحیح روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا''بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے۔''دوسری روایت میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:''جب بنی آدم آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہوکر روتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس!ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا،پس اسے جنت ملی اور مجھے جب سجدے کا حکم ہوا تو میں نے انکار کیا لہٰذا میرے لئے جہنم ہے۔''(مسلم،کتاب الایمان ح:۱۳۳)

فائدہ نمبر 4: آیت مبارکہ میں تکبر اور حسد کی مذمت آئی ہے۔اس لئے ان دونوں سے ہمیشہ بچنا چاہیے،کیونکہ یہی ابلیس کی تباہی کا سامان تھا۔ ؎ **تکبر عزازیل را خوار کرد ۔۔۔ بزندان لعنت گرفتار کرد**

قتادہؒ فرماتا ہے:آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کی وجہ سے ابلیس اس سے حسد کرنے لگا۔پس گناہوں کی ابتداء ہی اسی تکبر اور حسد سے ہوئی،پھر لالچ اور حرص کی بیماری انسانیت میں آئی۔اسی وجہ سے آدم علیہ السلام نے شجر ممنوعہ سے کھایا،پھر حسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔تکبر کی مذمت کرتے ہوئے نبی ﷺ فرماتے ہیں:''جس کسی کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''کسی نے عرض کیا:یارسول اللہ!(ﷺ)انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا اور جوتی اچھی اور خوبصورت ہو،تو آپ ﷺ نے فرمایا''بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے،پھر آپ ﷺ نے تکبر کا اصل مفہوم بیان فرمایا''الكبر بطر الحق و غمط الناس''''حق کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر جاننا تکبر کہلاتا ہے۔''

(مسلم ،الایمان، باب تحریم الکبر و بیانه ح: ۲۶۱)

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ہم اگر اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں تو تکبر کی یہ صورت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مثلاً مردوں کے لیے کپڑے ٹخنوں سے نیچے رکھنے کے ارتکاب پر جہنم کی وعید آئی ہے،اس وجہ سے یہ گناہ کبیرہ ہے۔

جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے(ما أسفل من الكعبين ففي النار)لیکن جب اس گناہ کے مرتکب کو سمجھانے کے لیے ایسی احادیث پیش کی جائیں تو وہ مذاق یا بہانہ کرتے ہوئے اس کی تأویل کرتے ہیں اور شرعی حکم پر عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ایسے

فائدہ نمبر 5: ۞الا ابلیس ابی و استکبر۞ یہاں اللہ نے اس کے انکار اور تکبر کو اجمالاً ذکر فرمایا۔ قرآن کے دوسرے مقامات پر تفصیل آئی ہے، مثلاً ۞قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین۞ (الأعراف: ۱۲) یعنی اس کے کفر کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ اس نے اللہ کے حکم صریح کے مقابلہ میں قیاس آرائی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ میں آدم علیہ السلام کو کیسے سجدہ کروں، جبکہ میں اس سے افضل ہوں، وہ مٹی سے پیدا ہوا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں۔ اسی لئے جو بھی نصوص وحی کے مقابلہ میں قیاس اور اپنی عقل کو مقدم رکھتے ہوئے اللہ و رسول ﷺ کے فرامین کو رد کرے تو اس کا قیاس فاسد، باطل اور مردود ہے اور اس کا پیشوا ابلیس ہے۔ جہاں ابلیس کا قیاس مردود اور فاسد ہونے کی بنیادی وجہ صریح حکم الٰہی کے منافی ہونا تھی، وہاں حافظ ابن القیم نے ابلیس کے مذکورہ قیاس کو عقل سلیم کے بھی منافی قرار دیا ہے اور درج ذیل پندرہ وجوہات سے ثابت کیا ہے کہ مٹی آگ سے افضل ہے:

۱۔ آگ کی طبیعت میں تلف اور فساد پایا جاتا ہے، جبکہ مٹی میں اصلاح کا پہلو موجود ہے۔

۲۔ آگ کے مزاج میں ہلکا پن اور تیزی ہوتی ہے، جبکہ مٹی میں سکون و ثبات اور سنجیدگی ہوتی ہے۔

۳۔ انسان کے لیے رزق، لباس، رہائش اور معیشت کے باقی سامان مٹی سے پیدا ہوتے ہیں، جبکہ آگ میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۴۔ مٹی کی ضرورت تمام حیوانات کو ہوتی ہے جبکہ آگ کی ضرورت انسان کو بعض حالتوں میں نہیں ہوتی اور باقی حیوانات کو آگ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

۵۔ مٹی میں دانہ یا گٹھلی بوئیں تو بہت زیادہ پیداوار نکلتا ہے، لیکن جب یہ آگ میں ڈال دیں تو راکھ بنا دیتی ہے۔

۶۔ مٹی کو کوئی چیز نہیں اٹھاتی جبکہ آگ کو کسی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۷۔ آگ کو مٹی کی ضرورت ہوتی ہے اور مٹی کو آگ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۸۔ ابلیس کا مادہ آگ کے شعلے سے ہے، وہ انتہائی کمزور ہوتا ہے اور ہوا کے ساتھ جھکتا ہے، اس لئے ابلیس اپنی خواہش نفس پر کنٹرول نہیں کر سکا۔ جبکہ آدم علیہ السلام کا مادہ مٹی ہے، جس میں قوت ہوتی ہے۔ اس لئے ہوا کے رخ پر ہر جگہ پھیلتی نہیں۔ اسی لئے آدم نے اپنے خواہشات کو قابو میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کیا تو اللہ نے دوبارہ اس کا انتخاب کیا۔ اس کے پاس خواہشات نفسانی عارضی ہیں اس لئے جلدی زائل ہوتا ہے۔

۹۔ آگ میں اگرچہ کچھ منفعت ضرور ہوتی ہے مگر اس میں شر چھپا ہوا ہوتا ہے، جبکہ مٹی میں خیر اور برکت ہی ہوتی ہے۔ جب بھی اسے پلٹائیں اس سے خیر ہی نکلتا رہتا ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالی نے قرآن میں مٹی کے بہت زیادہ فوائد ذکر فرمائے ہیں، مثلاً اسے فراش (بچھونا) اور قرار (ٹھکانا) اور مُردوں اور زندوں سب کے لیے کافی بنا کر پیدا فرمایا۔ اور بندوں کو اس کے عجائبات اور قدرت کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دی، جبکہ آگ کا تذکرہ صرف عذاب اور خوف دلانے کے مواقع پر ہوا ہے اور آگ کے صرف دو فائدے ذکر ہوئے ہیں: ﴿نحن جعلناها تذکرة ومتاعا للمقوین ۞﴾ (الواقعة:۷۳) ''یعنی جہنم کی آگ کے لیے عبرت ونصیحت اور مسافروں کے لیے اس میں فائدے ہیں۔'' ☆

۱۱۔ قرآن میں بہت سارے مقامات پر زمین کا وصف برکت کے ساتھ آیا ہے، مثلاً ﴿ونجیناه ولوطا الی الارض التی بارکنا فیها للعالمین ۞﴾ (الانبیاء:۷۱) جبکہ آگ کے بارے میں یہ نہیں بتایا کہ اس میں برکت بھی ہے بلکہ مشہور یہ ہے کہ یہ برکتوں کو ختم کرنے والی ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالی نے اس زمین پر اپنے گھروں کو اپنے ذکر اور تسبیح وتقدیس کے لیے آباد فرمایا، اور اسی پر بیت اللہ الحرام بھی ہے جو سب کے لیے باعث برکت وہدایت ہے۔ صرف بیت اللہ کا وجود اس کی آگ پر فضیلت کے لیے کافی ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالی نے زمین میں تمام منافع ،خزانے اور مختلف نہریں ، پھل، دانے اور مختلف حیوانات پہاڑ ،نباتات ، باغات اور خوبصورت سواریوں کے حسین جوڑے پیدا فرمائے ہیں اور آگ ان سب نعمتوں سے خالی ہے۔

۱۴۔ آگ زمین کی مختلف چیزوں سے حاصل ہوتی ہے اور اسکے فوائد زمینی نعمتوں کے تابع ہیں۔

۱۵۔ ابلیس لعین نے جب آدم علیہ السلام کو مٹی اور پانی کے گارے سے بنا ہوا دیکھا تو اسے حقیر جانا، یہ اس کی کمزوری بصیرت کی دلیل ہے۔ ورنہ آدم علیہ السلام کے مادے میں پانی اور مٹی دونوں ہے، جو کہ بہت اہم چیزیں ہیں۔ پانی سے اللہ پاک نے ہر چیز پیدا فرمائی اور مٹی سے ساری منفعتیں پیدا فرمائیں۔ اگر ابلیس کو ان حقائق کا علم ہوتا تو تکبر نہ کرتا۔

☆ اس آیت میں واقعی دو فائدے ذکر ہوئے ہیں: عبرت اور مسافروں کے لیے استفادہ، جو کہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مستمتعین کو پسند کیا ہے۔ یعنی عام استعمال کرنے والے۔ جبکہ قرآن مجید میں مزید فوائد بھی مذکور ہیں مثلاً:

۱۔ ﴿انتم منه توقدون ۞﴾ (یٰس:۸۰) ''سبز درختوں سے تم آگ جلاتے ہو۔''

۲۔ ﴿لعلکم تصطلون ۞﴾ (النمل:۷، القصص:۲۹) ''تا کہ تم آگ سینک کر حرارت حاصل کرو۔''

۳۔ ﴿ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة أومتاع﴾ (الرعد:۱۷) ''آگ میں دھاتوں کو پگھلا کر زیور اور سامان بنانا۔''

۴۔ ﴿قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال اتونی افرغ علیه قطرا ۞﴾ (سورة الکهف:۹۶)
''لوہا گرم کر کے اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال کر مضبوط بند بنایا۔''

عبدالوہاب خان

ان تمام وجوہات کے باوجود اگر بالفرض ہم یہ تسلیم کریں کہ آگ مٹی سے افضل ہے، تب بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مفضول مادے سے کوئی ایسی چیز پیدا کر سکتے ہیں جو فاضل مادے سے پیدا شدہ شے سے افضل ہو۔ بہرحال لعین کی کوتاہ نظر صرف مادہ پر رہی، اور انسانیت کے کمالِ اخلاق اور جمالِ خلقت پر نہیں پڑی، اس لئے اس کا دعوی بنیاد ہی سے باطل ہے۔ (بدائع التفسیر لابن القیم)

فائدہ نمبر 6: بہت سارے آثار میں آیا ہے کہ ابلیس کے ملعون ہونے سے پہلے انہیں اللہ نے جنت کا خازن بنا کر بہت سارے اعزازات سے نوازا تھا، لیکن اس بدبخت کے لیے یہی اعزازات بعد میں تکبر اور غرور کا سبب بنے اور اپنے آپ کو آدم علیہ السلام اور فرشتوں سے بھی افضل سمجھا۔

امام قرطبیؒ یہاں اس مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نبی کے علاوہ کسی شخص کے ہاتھوں کوئی ظاہری کرامت یا خرق عادت چیز رونما ہو جائے تو یہ اس کے ولی اللہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ اس کے ولی اللہ ہونے نہ ہونے کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے یا بالشر، اس کے دل میں اخلاص ہے یا تکبر، ان سب کا علم اللہ کے پاس ہے۔''
حافظ ابن کثیر مزید فرماتا ہے: ''بلکہ کسی غیر ولی، فاجر بلکہ کافر کے ہاتھوں بھی کوئی خرق عادت چیز رونما ہو سکتی ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ﴿فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین﴾ کی آیت دل میں سوچ کر جب ابن صیاد سے پوچھا ''میں نے کیا سوچا ہے؟'' تو اس نے کہا وہ (دُخّ) ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ غصے کے وقت اس کا جسم اتنا پھولتا حتی کہ راستہ بھر جاتا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی حالت میں دیکھ کر مارا تو اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

دجال کے بارے میں بھی اس طرح کی بہت ساری باتیں احادیث سے ثابت ہیں، مثلاً اس کا آسمان سے بارش برسانا، زمین سے پیداوار اگانا، زمین کے خزانوں کا اس کے پیچھے لگنا، اس کا ایک نوجوان کو قتل کر کے پھر زندہ کرنا وغیرہ۔

جب امام شافعیؒ کے سامنے امام لیثؒ کا قول ذکر کیا گیا کہ اگر تم کسی کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھو تو اسے ولی تصور نہ کرو جب تک اس کے اعمال قرآن وسنت کے مطابق نہ پاؤ۔ تو امام شافعیؒ فرمانے لگے لیثؒ کے قول میں ابھی تک نقص ہے۔ میں کہتا ہوں جب تم کسی کو پانی پر چلتے ہوئے اور ہوا میں اڑتے ہوئے بھی دیکھو تو اسے ولی نہ سمجھو جب اس کے تمام عقائد و اعمال قرآن وسنت کے مطابق نہ پاؤ۔ (القرطبی، ابن کثیر)

فائدہ نمبر 7: امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس کے اس قصے سے اللہ تعالیٰ کا بنی آدم میں ابلیس کی مشابہت رکھنے والی جماعت یعنی یہود کی مذمت اور ڈانٹ مقصود ہے، جن پر اللہ کی بے بہا نعمتیں ہونے کے باوصف اور آخری نبی ﷺ کو پہچاننے کے باوجود اس کی تکذیب کی۔ انہیں کہا جا رہا ہے اگر تم بھی تکبر اور حسد کا راستہ اختیار کرتے رہو گے تو تمہارا انجام بھی